Qualitative Research Journal for Social Studies
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی کے افسانوں میں رومانیت اور فطرت کا جائزہ

سعدیہ۔ ایم فل اسکالر
ڈاکٹر طارق بن عمر

Abstract
Dr. Hasrut Kasgunjve is short stories clearly show social consciousness. Alongside this, there are also aspects of romanticism present. Psychological factors are also present in the journey of his short stories. The changing conditions of human beings, the environment and society cannot be separated. He described the colors of nature that exist in the universe. He particularly made earthly realists his subject.
Keywords: consciousness, Romanticism, society, Native, Earthly, Realities

تخلیص:
ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی کے افسانوں میں سماجی شعور واضح طور پر نظر آتا ہے۔ اس کے ساتھ کہیں کہیں رومانیت کے پہلو بھی موجود ہیں آپ کے افسانوی سفر میں نفسیاتی عوامل بھی موجود ہیں۔ ماحول اور معاشرے کو الگ نہیں کیا۔ انسان کی بدلتی ہوئی کیفیات کو بیان کیا۔ فطرت کے رنگ جو کائنات میں موجود ہیں۔ ان کو بیان کیا۔ زمینی حقائق کو خاص طور پر موضوع بنایا۔
کلیدی لفاظ: شعور، رومانیت، معاشرہ، فطرت، زمینی حقائق

ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی کو افسانوی دنیامیں حیرت انگیز طور پر نظر انداز کیا گیا۔ آپ کے افسانے نہ صرف وسیع النظری اور وسیع مطالعے کے حامل تھے۔ اپنے مخصوص انداز میں اپنی فکری انفرادیت کے ساتھ جذبوں کی فروانی کو اپنے افسانوں میں سمویا۔ آپ کے افسانوں میں ایک بات صاف بیان ہوتی ہے کہ کہانی کا تسلسل اور کردار کی اہمیت کو کبھی بھی کم نہ ہونے دیا۔ جہاں ایک جانب عورت مظلومیت کے روپ میں و آپس آئی۔ معاشرے میں موجود تضادات، نفسیاتی الجھنیں اور انسانی خیالات کو تخیل سے

Qualitative Research Journal for Social Studies
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

آزاد کرنا، کہ زمینی حقائق کے تقاضے بیان ہوتے ہیں۔ معاشرے میں پائی جانے والی بے چینی نے عوام کو مفلسی اور بدحالی میں ڈبو دیا ہے۔ رومانوی پہلوؤں کے کئی رنگ پیش کئے۔

"مجھے عورت کی ضرورت ہے جس میں احساسات ہوں جذبات ہوں جو روٹھنا جانتی ہو جو ہنسنا اور قہقہہ لگانا جانتی ہو جو روح کے تاروں کو جھنجھوڑتا چاہتی ہو جو مچلنا اور بہکنا جانتی ہو، جو حواس پر طاری ہونا جانتی ہو جو شام کے افق کی طرح لہرانا جانتی ہو جس میں دھنک جیسے رنگ ہوں جس خوش بو سے نشہ سا چھا جائے ذہن پر مسلط ہو جائے جو زندگی کی تمام رعنائیوں کے ساتھ اس طرح چھم سے جلوا گر ہو کہ ہوش اڑ جائیں۔[1]"

آپ نے زندگی کے معمولی واقعات کو نہ صرف دلکش پیرائے میں پیش کیا بلکہ انسان کے ذہن میں جس طرح خیالات رونما ہوتے جاتے ہیں۔ اس کی مناسبت سے کہانی کے ماحول کو پیش بھی کیا۔ ڈاکٹر حسرت کا سگنجوی کے خیال میں نفساتی عوامل نے ہمیشہ انسانی شخصیت کو تبدیل کیا ہے اور یہ فکری سوچ بعض اوقات کسی نہ کسی واقعہ کو جنم دینے کا باعث بنتی ہے۔ انسانی رویے انسان کی باطنی کیفیات کو اجاگر کرتے ہیں۔ طنزیہ پہلو، کرب پیدا کرتے ہیں۔ افسانوں کا بنیادی نکتہ خود آپ نے انسان ہی کو ٹھہرایا ہے۔

"جب انسان اپنے اندر جھانکتا ہے تو ہر چیز اپنی اصل صورت میں نظر آتی ہے وہ اپنے آپ کو کتنا حقیر بے بس، مجبور اور نمائشی تصور کرتا ہے یہ احساس کی شدت ہوتی ہے جو اسے ہر بات سے بے نیاز ہو کر سوچنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ یہ کتنے عجیب لمحے ہوتے ہیں۔ کتنے سارے احساس اور عریاں حقیقتیں مل کر ضمیر کی شکل بن جاتی ہیں۔[2]"

انسانی کرب کسی بھی معاشرے میں اذیت کی لہروں کو اس طرح بکھیرتا ہے کہ ہماری فکری سوچ متاثر ہونے لگتی ہے۔ معاشرے کی تغیر پذیری کا عمل جب تیز ہوتا ہے تو وہ درمیانی فاصلہ جو انسان اور وقت کے درمیان تھا بڑھنے لگتا ہے۔ ہم نے اپنی زندگیوں میں احساس کے جذبوں کو محبت کی چبھن دی ہے۔ یوں ہم اخلاقی و روحانی طور پر انحطاط پذیر ہو گئے ہیں۔ انسانی ذہن ربط اور بے ربط خیالات کا مجموعہ بن کر رہ گیا ہے۔

Qualitative Research Journal for Social Studies
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

ڈاکٹر فردوس انور قاضی لکھتی ہیں:

"موجودہ دور میں سائنسی ترقی اور ٹیکنالوجی کی کرشمہ ساز ایجادات نے ایک طرف انسان کو پوری دنیا کے انسانوں سے آگاہ رکھتے ہیں اور قریب کرنے میں مدد دی دوسری طرف ذہنی انتشار اور تنہاہی کا شکار بھی کیا۔ وہ قربتوں، محبتوں اور رحمتوں سے فیضیاب ہونے کے بجائے کلاشنکوف کلچر اور آئے دن پیش آنے والے دہشت گردی کے واقعات کے سبب شک، تعصب اور نفرتوں کا اسیر ہوتا جارہا ہے۔"[۳]

ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی کے افسانوں میں کرب کا یہ رگ بھی دکھایا کہ کسی کا خوب صورت ہونا حد سے زیادہ اور اسی طرح حد سے زیادہ بدصورت ہونا بھی سماج میں بگاڑ پیدا کرتا ہے اور یہ تصور کرب کی ہمہ گیریت کہلاتی ہے۔ اس کائنات میں انسان کا کردار آخر ہے کہ اور کس حد تک یہ خود مختیار ہے۔ یہ سوچ ایک کشمکش کو جنم دیتی ہے اور ایسی منزل کا مسافر بن جاتا ہے جہاں صرف تلاش ہی اس کی منزل ٹھہرتی ہے۔

وارث علوی لکھتے ہیں:

"پورے متمدن سماج میں ہماری اور پروژن ہے اور کوئی دیکھ نہیں پاتا۔ ہم خود کو بھی فریب دیے جاتے ہیں کہ آدمی بالآخر آدمی ہے۔ یعنی آدمی پر ایسا اعتماد ہے کہ گویا اس کا کوئی کام ناقابل پیش بینی نہیں رہا۔ ہٹلر اور اس کے فاشی اہل کاروں سے متعلق بھی تو لوگ بڑی خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ متمدن آدمی سے ایسی بھیانک حرکتیں کبھی سرزد ہو ہی نہیں سکتیں۔"[۴]

ہر انسان اپنے اندر انا کی ایک کیفیت کو رکھتا ہے۔ عمر کے ساتھ ساتھ اس میں تبدیلی بھی ہوتی ہے۔ فطرت بھی اپنا رنگ دکھاتی ہے انسانی احساسات مختلف اثرات مرتب کرتے رہتے ہیں۔ ہماری زندگی جو محبت و نفرت کا فلسفہ سمجھاتی ہے۔ یہ ہماری سوچ پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی نے انسانی فکرات کو نمایاں کیا کہ کس طرح بے رحمانہ اظہار معاشرے کا تصور انسانی کو بے چین رکھتا ہے۔ آپ کے افسانے انسانی تضاد کی نہ صرف نشاندہی کرتے ہیں بلکہ ذہنی سوچ پر حاوی ماحول کی بھی نشاندہی کرتے ہیں۔ آپ کا افسانہ "زرد پتے" اسی سوچ کی عکاسی کرتا ہے۔

Qualitative Research Journal for Social Studies
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

"زیب میں بھی حسن تو ہے، خواب میں بھی تو حسن ہے، دل پر چوٹ لگتی ہے وہ بھی تو حسن ہے انسان جب آخری سانس لے رہا ہوتا تو بھی حسین ہوتا ہے۔ دیکھنے والے ان پیلے پیلے چہروں، خشک ہونٹوں اور زندگی سے مایوس انسانوں کے چہروں میں بھی حسن تلاش کر لیتے ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں زندگی کا کرب سب سے بڑا حسن ہے"

ہم یہ بات جانتے ہیں کہ انسان کا ارتقاء ہی اس کی منزل ہے نہ تو مادیت سے انکار ہے اور نہ ہیء روحانیت سے آپ کے افسانے فرد کے احساس کو جگاتے ہیں۔

طارق اقبال گاھندوی لکھتے ہیں:

"حسرت کاسگنجوی کے افسانوں میں انسان کے اندر کی ٹوٹ پھوٹ اور نفسیات کا تجزیہ اس کا عمل رد عمل اپنی پوری قوتوں، منطقی نتائج اور حقائق کے ساتھ ابھر کر سامنے آتا ہے۔ وہ انسان کی محرومیوں، معاشی ناہمواریوں، معاشرتی الجھنوں، مجبوریوں اور چھوٹی خوشیوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے نئے واقعات کی روشنی میں ان سے پیدا ہونے والے مسائل اور حقائق کو اپنے افسانے کا تمام مواد بناتے ہیں۔ ان کے کردار اپنے ماحول اور معاشرے کی بڑی صداقت اور حوصلے سے نمائیدگی کرتے ہوئے زندگی کی مثبت راہوں کی طرف گامزن نظر آتے ہیں۔ انداز بیان کی سادگی، ادبی خلوص اور زندگی کے فلسفے کی گہرائی ان کے فن کو نکھارنے میں مدد دیتی ہے۔"[۵]

آپ نے زندگی کی حقیقتوں کو انسانی ذات سے منسلک کیا سماج میں ہونے والی تبدیلیوں کو محسوس کرتے ہوئے ان میں چھپی سچائیوں کے رنگ اور شعور کی رو کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔ وقت کا ہر لمحہ فرد کو اپنے ساتھ بہا کر جاتا ہے۔ انسان ساری زندگی امیدوں کے درمیان گزرتا ہے، یہ امید و آرزو ہی ایک فرد کو متحرک رکھتی ہے۔ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی نے جہاں ایک جانب تخیل ،شعور اور فکری زاویے دکھائے وہیں پر دوسری جانب معاشرے مسائل کی نشاندہی کرتے ہوئے انسانی بصیرت پر بجی روشنی ڈالی۔ بدلتا ہو زمانہ ایک فطرت ہے۔ اس ارتقائی عمل کو اپنی ذہنی و فکری صلاحیتوں کے ساتھ قدم بہ قدم موجود ہونا چاہیے۔ خواب جب حقیقت کا روپ نہیں بنتے تو تفکرات جنم لیتے ہیں۔ بے حسی اور بے بسی کا یہ روپ ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی کے افسانوں میں زندگی کی عکاسی لیے ہوئے ہے۔

Qualitative Research Journal for Social Studies
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

ڈاکٹر اسلم فرخی کہتے ہیں:

"ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی سوز زندگی کے ترجمان ہیں۔ اگر زندگی میں سوز کا عنصر زیادہ نمایاں ہے تو اس میں ڈاکٹر حسرت کا کیا دخل۔ وہ سوز زندگی کے ترجمان ہیں۔ لیکن قنوطیت سے انھیں کوئی واسطہ نہیں۔ وہ دیدہ بینا اور دل بیدار دونوں سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ پر ماحول اور ہر فضا کو دیکھتے ہیں۔ گلیوں میں بھی جاتے ہیں شاہ راہوں پر بھی گھومتے ہیں۔ لیکن ہر جگہ کی انفرادیت کو نہ صرف خود محسوس کرتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی اس احساس میں شریک کر لیتے ہیں۔"[۴]

ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی کا افسانہ "زمانہ ساز" ایسے شخص کی کہانی ہے جس کی پوری زندگی اپنے اندر کئی رنگ لیے ہوئے ہوتی ہے۔ ایک ایسا شخص جو وفا کی خاطر خود کو فنا کر لیتا ہے لیکن اسے زندگی کی تکمیل نہیں ملتی۔ تدبیر اور تقدیر میں کھویا ہوا فرد کبھی اپنی منزل کو نہیں پا سکتا۔ حقیقت کی دنیا ذہنی دباو کا آئینہ ہے۔ یہ افسانہ عورت کے حسن اور باطن کی فطرت کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔

" اور جب وہ رپر خلا میں گھورنے لگا تو اسے ایک سیاہ نقطہ سا نظر آیا۔ یہ نقطہ پھیلتا گیا، یہ ہیولا انسان کی شکل اختیار کر گیا۔ وہی زلفوں میں پیچ و خم، شاداب چہرہ، پتلے ہونٹ، چمپئی رنگ، صبیح رخسار، روشن آنکھیں جن میں کاجل کی ہلکی سی لکیر تھی۔ شاہدہ۔ تم مجسم فریب ہو اور میں مجسم جذباتی۔ فریب اور جذبات کتنی متضاد باتیں ہیں۔ لیکن شاہدہ حقیقت کو نہیں جھٹلایا جا سکتا"

انسان کی ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ وہ ایک اچھی اور کامیاب زندگی گزارے۔ لیکن معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ زندگی کی پہچان مادی اشیاء کہلائی جاتی ہیں۔ یوں بعض اوقات نفسیاتی مسائل جنم لیتے ہیں۔ اور مایوسی کا سایہ پورے معاشرے میں پھیل جاتا ہے۔ ایک مرد کی قربانی کیا ہوتی ہے اس افسانہ میں مکمل طور سے ظاہر کی گئی ہے۔ ایک بے چین روح جب گہرے دکھ کا سامنا کرتی ہے تو انسانی سوچ معاشرے سے ہم آہنگ ہوتی ہے تو معاشرے کا توازن بر قرار رہتا ہے۔ ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی اس بات کا ادارک رکھتے تھے کہ زندگی کو زندگی کے تناظر میں ہی دیکھنا چاہیے۔ زندگی کی ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ مثبت رویوں کو قبول کرتے ہوئے اپنے اندر احساس کو بیدار رکھا جائے۔

Qualitative Research Journal for Social Studies
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی نے لکھا:

"میں نے زندگی کو قریب سے دیکھنے کی کوشش کی ہے اور اپنے ہر جذبے کو ہر احساس کی اصل شکل میں پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ کہیں کرب ناک، کہیں یہ احساس کریہ ہے، کہیں درد ناک، لیکن اس میں سچائی ضرور ملے گی۔ سچائیاں بڑی دردناک، خوف ناک، کڑوی کسیلی ہوتی ہیں اور ان کو ان کی اصل شکل میں ایک تعمیری جذبے کے ساتھ تسلیم کرتا ہے وہ زندگی کی حقیقتوں کو تسلیم کرتا ہے۔[7]"

آپ کے افسانوں میں رومانیت کے عناصر نظر آتے ہیں رومانیت ایک فطرت ہے اور انسانی خواہشات وہ جذبے ہیں جو اپنی جبلت سے الگ نہیں ہوسکتے۔ حسن و محبت کے جو رنگ نظر آتے ہیں وہ اپنے ایک الگ محسوسات رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی کے الفاظ میں جو گہرایت پائی جاتی ہے، وہ ایک الگ مقام رکھتی ہے اس کائنات میں عورت کا جو رنگ وروپ چھپا ہوا ہے اور ان میں جو تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں ان حقائق سے آپ واقف تھے، خوشیوں کو تلاش کرنا اور پھر ان سے لطف اندوز ہوناہ احساس ہے جو کسی بھی انسان کا ایک بنیادی حق ہے۔

"وہ خلاووں میں گھورتی، گنگناتی اور چاندنی راتوں میں اس پر ایک عجیب سے سروں کی سی کیفیت چھائی جاتی اس کی سیاہ روشن آنکھوں میں چمک سی پیدا ہو جاتی اس کا جی چاہتا کہ حامد اس کے پیچھے آکر کھڑا ہو جائے۔۔۔۔۔۔ اور حامد اس کے زانو پر سر رکھ کر اس کی زلفوں سے کھیلتے اور اس کی نگاہوں کے مے خانوں میں ڈوب جائے۔[8]"

سماج انسان کے لیے مشکلات پیدا کرتا رہتا ہے لیکن جوش اور ارتقاء کا جذبہ انسان میں پروان چڑھتا رہتا ہے۔ جذباتیت کے عناصر فضا تخلیق کرتے رہتے ہیں۔ انسانی ماحول ذرا ذرا سی خواہشوں کو جنم دیتا رہتا ہے کیف ورومان کے رنگ خوب صورت تخلیقات کا باعث بنتے رہتے ہیں زندگی کی حقیقت کا ادراک ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی نے بہت باریک بینی سے کیا۔

"خواب دیکھنے کی عادت سب کو ہوتی ہے۔ میری مراد دن کے خواب سے ہے جو کہ جاگتے میں دیکھے جاتے ہیں۔ جب وہ چھوٹا سا ہی تھا تو بڑے سے مکان کے خواب دیکھا کرتا ہے۔ جب اس نے ریفریجریٹر دیکھا تو گھنٹوں سوچتا رہا کاش یہ میرے گھر میں بھی ہوتا پھر ہم روز آئس کریم جما کر کھاتے محلے میں ٹی، وی آیا تو وہ بھی دیکھنے گئے۔ گھر میں سینیما آگیا تھا لیکن

Qualitative Research Journal for Social Studies
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

جب اس کے گھر والوں نے جہاں ٹی وی تھا ٹی وی دیکھنے سے منع کر دیا تھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔۔۔۔وہ نہ جانے کیا کیا خواب دیکھتا۔"[۹]

ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی کے افسانوں میں زندگی کی وہ جزئیات بھی ہمیں نظر آتیں ہیں جہاں انسانی سوچ کا دائرہ محدود ہوتا ہے۔ حقیقتوں کا ادراک اس وقت ممکن ہے حب زندگی انسان کو آئینہ دکھاتی ہے یہ صحیح ہے۔ بعض اوقات کرب کی لہریں بھی اٹھتی ہیں لیکن کہیں نہ کہیں رومانیت کا پہلو ضرور ہوتا ہے۔ یہی رویے انسانی ذات میں سمائے ہوئے ہوتے ہیں اور ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی نے ان رویوں کو اپنے افسانوں میں بہت خوب صورتی سے پیش کیا ہے۔

حوالاجات

۱۔ حسرت کاسگنجوی ڈاکٹر، محو تماشاہوں، "فرض"۔ نفس اردو اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۵ء، ص ۴۵
۲۔ حسرت کاسگنجوی، ڈاکٹر، "زخم بنے پھول"، آئینہ بولتا ہے، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ان نداردد، ص ۳۲۔
۳۔ فردوس انور قاضی ڈاکٹر، اردو ادب کے افسانوی اسالیب، تحریک آزادی کا نتیجہ خیز دور اور اردو افسانہ، ۲۰۰۷ء، ص ۹۵
۴۔ منٹو ایک مطالعہ، وارث علوی، حیات اور موت کی کشمکش، جنوری
۵۔ حسرت کاسگنجوی ڈاکٹر، محو تماشاہوں، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۸۵ء، ص ۱۰
۶۔ حسرت کاسگنجوی ڈاکٹر، محو تماشاہوں، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۸۵ء، ص ۱۹۰
۷۔ حسرت کاسگنجوی ڈاکٹر، محو تماشاہوں، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۸۵ء، ص ۱۱۔ ۱۲
۸۔ ایضاً، ص ۶۵
۹۔ حسرت کاسگنجوی ڈاکٹر، "آدھا سورج آدھا سایہ "گلی والے، رشید اینڈ سنز۔۱۹۷۸ء، س ن، ص ا